گوشہ اردو

اسلام میں ادب اور اس کا کردار

☆ڈاکٹر محمد اظہار الحق

ادب، جذبات، احساسات، اور خیالات کی نمائندگی کرتے اور انہیں خوبصورت، دلکش اور دلنشین الفاظ میں پیش کرتے ہوئے سامع کے دل و دماغ میں اچھی طرح اتارنے کا نام ہے۔ اسلام ادب کو نہ صرف درست قرار دیتا ہے بلکہ اسے دین کو سمجھنے، اس کے دفاع اور ترویج کیلئے پوری طرح استعمال میں لاتا ہے۔ حصول مقصد کے لئے وہ قصص، امثال و مواعظ، تشبیہات و استعارات اور تحاور وغیرہ کے مروجہ تمام انداز ادب اختیار کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ادب کے سیاسی اور تفریحی پہلو کا کردار بھی اپنی جگہ مسلم رہا ہے۔ زیر نظر مقالے میں اسلام میں ادب کی اہمیت اور اس کے کردار کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

ادب کیا ہے ؟ ادب، احساسات، افکار و نظریات اور خیالات کی نمائندگی اور اظہار کا نام ہے (۱) شہاب الدین النویری نے ادب کی تعریف کو وسعت دیتے ہوئے اس میں آسمان، انسان، حیوان، نباتات، اور تاریخ سب کو شامل کیا ہے۔ ان کے نزدیک معرفت کی تمام اقسام جن کے ذریعہ سے انسان مودب بن سکتا ہے، ادب میں شامل ہے۔ (۲)

شوقی ضیف کے مطابق وہ انشائی اور بلیغ کلام جس کے ذریعہ قارئین اور سامعین کے احساسات پر اثر انداز ہوا جائے۔، خواہ کلام نظم میں ہو یا نثر میں ادب کہلاتا ہے۔ (۳) بنی امیہ کے دور میں تعلیم کا پہلو بھی شامل ہوگیا۔ چنانچہ امراء اور وزراء کے بچوں کو شعر، خطب، ایام العرب، انساب اور عربوں کے واقعات کی تعلیم دینے والے اساتذہ کو مؤدبین کے نام سے موسوم کیا گیا (۴)

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اور خاص کر عہد عباسیہ میں تعلیمی اور تہذیبی معنوں کے ساتھ ساتھ ادب میں فنی اور تہذیب نفسی کے معنی شامل ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں نظم و نثر، انساب، اخبار، لغت، نحو، صرف اور نقد داخل ہوگیا۔ جبکہ تیسری صدی میں اس میں فنی نثر اور ادبی

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی علوم اسلامیہ وتحقیق گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد

تنقید کا اضافہ ہوا (۵) اس سلسلہ کی اہم کتب میں جاحظ (م۔۲۸۵ھ) کی البیان والتبیین، ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) کی الشعر والشعراء اور المبرد (م۔۲۵۵ھ) کی الکامل شامل ہیں۔اس کے علاوہ امام بخاری (۲۵۶ھ) نے اپنی الجامع میں باب الادب اور ابوتمام نے حماسہ میں باب الادب کا اضافہ کیا۔(۶)

الانباری نے علم الادب کی آٹھ قسمیں بتائی ہیں۔جبکہ علامہ زمخشری اور جرجانی نے بارہ علوم شامل کئے ہیں۔آٹھ علوم میں لغت، صرف، نحو، اشتقاق، معانی، بیان، عروض، اور قافیہ ہیں۔جبکہ دیگر چار میں رسم الخط، قرض الشعر، انشاء، نثر اور محاضرات شامل ہیں (۷) بہرحال ادب سے مراد ہر وہ کلام ہے جسکی معنی میں باریکی، گہرائی، اور خوبصورتی ہوتی ہے اور کبھی خوبصورتی الفاظ کی سحر بیانی، فصاحت اور مٹھاس میں ہوتی ہے اور کبھی الفاظ و معنی دونوں میں (۸)

اسلام اور ادب :اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں کوئی پیغمبر بھیجتا ہے تو اس قوم کے مخصوص حالات کے مطابق اسے معجزہ عطا کرتا ہے، تا کہ لوگ پیغمبر کے معجزے اور ان کے اپنے ماہرین کے فرق کو سمجھ سکیں۔چنانچہ جس دور میں مصر میں جادو کا چرچہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اس سے ملتا جلتا معجزہ عطا فرمایا۔پھر جب بنی اسرائیل میں حکمت وطب کا غلبہ تھا۔اور اس پر انہیں بڑا ناز تھا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو مردوں کو زندہ کرنے اور اندھوں کے بینا کرنے اور کوڑھ کی بیماری سے صحت جیسے معجزات عطا کیے گئے (۹) عربوں میں فصاحت و بلاغت اور ادبی ذوق کی فراوانی تھی۔اسی وجہ سے وہ دوسری اقوام کو عجم یعنی گونگے کہتے تھے۔ان کے فصیح و بلیغ خطبے اور قصیدے اعلیٰ قسم کے ادبی شہ پارے مانے جاتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں ان کا مقابلہ کرنے کیلئے جب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو انہیں اس طرز کا بے مثال ادبی معجزہ دیا گیا، جس کے سامنے ان کی فصاحت و بلاغت ماند پڑ گئی۔قرآن نے ان کو بارہا چیلنج کیا کہ اس قرآن جیسا کلام لا کر پیش کریں (۱۰) لیکن قرآن کی ادبی بلندی، عظیم خیالات واخلاقیات، ماضی و مستقبل کے حالات و واقعات، شیریں بیانی، الفاظ، محاورات استعارات کا خوبصورت استعمال، مفہومات کی گہرائی و گیرائی وغیرہ کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔نہ اس کا نظم میں مقابلہ کر سکے اور نہ نثر و سجع میں۔

بہرحال قرآن اسلامی ادب کا عظیم شاہکار ہے اور معیار بھی۔ اور اس کا بنیادی مقصد بھی قرآن ہی کے الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ: **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتذکرون (۱۱)**
ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر اس لئے نازل کیا ہے کہ تم اسے لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرو اور (اسلئے کہ) شاید کے یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

پھر حصول مقصد کے لئے قرآن نے مختلف ادبی پیرائے اختیار کئے۔ کہیں بالکل سادہ الفاظ میں اور سہل انداز میں ایمانیات کی دعوت دی گئی۔ تو کہیں مختلف واقعات قصص سنا کر راغب کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہیں بات کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کیلئے امثال کو آزمایا گیا ہے۔ تو کہیں خوبصورت استعارات وتشبیہات کو اپنایا گیا ہے۔ کہیں تحکمانہ انداز میں انذار ہے تو کہیں مختلف کرداروں کی زبان سے نہایت دلسوزی سے حق کی پکار ہے۔ کائنات کے بعض اسرار کو جیتے جاگتے کرداروں کی زبان سے بیان کیا گیا ہے۔ یا احوال آخرت کے بعض مناظر کیلئے مکالمہ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

الغرض قرآن نے اپنے مقصد کو واضح کرنے اور اپنی دعوت سامعین وقارئین کے دلوں میں اتارنے کیلئے عہد جدید وقدیم کے تمام ادبی انداز ونمونے اختیار کئے ہیں جن میں ہر قسم کا ذوق رکھنے والے افراد کی تسکین طبع کا اہتمام کیا گیا ہے۔

قرآن کی ادبیت کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے مروجہ معروف عربی میدان کو بھی نہیں چھوڑا۔ کفار کے ہجویہ اشعار اور اسلام پر وار کا جواب بھی اشعار سے دیا مسلم شعراء کی خدمات اور صلاحیتوں سے استفادہ کیا اور انہیں جواب دینے پر آمادہ کیا۔ شاعر رسول حسان بن ثابت کو فرمایا:
اھج المشرکین فان جبریل معک اور یہ کہ **اجب عنی اللھم ایدہ بروح القدس (۱۲)**
کہ مشرکین کی ہجو کرو، جبریل آپ کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہ میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ روح القدس کے ذریعہ سے اس کی مدد فرما۔

پھر شعری ادب کے مثبت پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: **ان من الشعر لحکمۃ (۱۳)** کہ بعض اشعار، بیشک حکمت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے تو ادب کو دین کے دفاع کے لئے استعمال کرنے والے کو مجاہد قرار دیا ہے۔ اور ادبی لحاظ سے دین کی

خدمت کو جہاد اور ایمان۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان المومن یجاهد بسیفه و لسانه (١٦) ترجمہ: مومن، بیشک اپنی تلوار کے ذریعہ بھی جہاد کرتا ہے اور زبان کے ذریعہ بھی۔

خلفائے راشدین میں سے حضرت عمرؓ کا موقف اس بارے میں بڑا واضح اور اہمیت کا حامل ہے۔ وہ نہ صرف شعر و شاعری کو پسند کرتے تھے بلکہ ایک اچھے نقاد بھی تھے۔ عمرؓ جاہلی شاعری کو قرآن کی تعلیمات سمجھنے کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا: علیکم بدیو انکم شعر الجاهلیة، لا تضلوا، فان فیه تفسیر کتابکم و معنی کلامکم (١٤) ترجمہ: تم اپنے اوپر جاہلی شاعری لازم کرو تو گمراہ نہیں ہوگے، کیونکہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معنی ہیں

یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ بہت سے قرآنی الفاظ کا استعمال عربی شاعری میں ہوا ہے۔ وہاں ان کے استعمال سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ الفاظ کونسے معنی اور مفاہیم اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

اولاد کو اس کی تعلیم دینے کی غرض سے والدین کو توجہ دلاتے ہوئے کہا: علموا اولادکم الرمی و لفروسیة وررووهم ماسار من المثل وحسن الشعر (١٥) ترجمہ: اپنی اولاد کو تیر اندازی اور شہ سواری سکھاؤ اور ضرب المثل اور اچھے شعر یاد کراؤ۔

ان تمام روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام ادب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور خاص کر وہ ادب جو دین کے دفاع، دشمن کے جواب اور اسلام کے فہم و اشاعت کیلئے ہو۔

ادب کا کردار اسلامی دور اول میں

ادب جس طرح پہلے بتایا گیا ہے، نظم اور نثر دونوں میدانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس ضمن میں ہم جب عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے ابتدائی دور کو دیکھتے ہیں تو ادب کا نظم اور نثر دونوں میں بھرپور کردار نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں نظم کے کردار کا ایک طائرانہ جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ادب میں نظم کا کردار

یوں تو شاعری کا ہر دور میں عظیم کردار رہا ہے، جو عہد جاہلیت میں بھرپور تھا اور بعد کے ہر دور میں بھی پوری قوت سے جاری رہا۔ جاہلیت میں شاعر اپنے قبیلہ کا ترجمان ہوا کرتا تھا۔ اسکی پیدائش پر

خوشیاں منائی جاتی تھیں (۱۷)، کیونکہ وہ پروپیگنڈا اور میڈیا کے محاذ پر نہ صرف اپنی قوم کا دفاع کیا کرتے تھے۔ بلکہ دشمن قبائل پر بھرپور ادبی وار بھی کیا کرتا تھا جس سے بعض اوقات دشمن قبیلہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ جس طرح مشہور شاعر جریر نے ایک دفعہ اپنے ایک مخالف شاعر الراعی کے بارے میں کہا کہ:

فغض الطرف انک من نمیر فلا کعباً بلغت و لا کلابا

ترجمہ: تو آنکھیں جھکا کر تیرا تعلق تو قبیلہ نمیر سے ہے، تو نہ تو کعب تک (بڑائی) میں پہنچ سکا اور نہ کلاب تک

اسطرح پورا قبیلہ نمیر معاشرہ میں رسوا ہوا۔

بالفاظ دیگر جاہلی ہجو اپنے دشمنوں کے خلاف میدان جنگ میں ہتھیار سے زیادہ کارآمد ہتھیار تھا۔ (۱۸) یہی وجہ تھی جب کفار قریش مسلمانوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے تو آپ اسے نہ صرف بطور دفاع استعمال فرماتے بلکہ اسے دشمن پر کاری ضرب لگانے کیلئے بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ بقول عائشہؓ کے آپ ﷺ نے فرمایا: **اھجو قریشا فانہ اشد علیھم من رشق النبل** (۱۹) ترجمہ: تم قریش کی ہجو کرو کیونکہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کاری ضرب لگاتا ہے۔

اس کام کی انجام دہی کے لئے آپ نے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر کو مقرر فرمایا تھا۔ قریش کے اسلام لانے سے قبل حسان بن ثابت کے الفاظ انہیں بہت زیادہ چبھتے تھے کیوں کہ وہ ان کے قومی عیوب بیان کرتے تھے۔ جبکہ عبداللہ ابن رواحہ کے اشعار، اسلام لانے کے بعد ان پر گراں گزرتے تھے، کیونکہ وہ انہیں بت پرستی پر عار دلایا کرتے تھے۔ (۲۰)

رسول اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کفار مکہ نے حضور ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو کی تو اس پر خاموشی کے بجائے ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ کی ہجو کی تو حسانؓ نے اپنا مشہور قصیدہ ھمزیہ دفاعاً اور جواباً پیش کرتے ہوئے کہا:

الا ابلغ ابا سفیان عنی فانت مجوف نخب ھواء

ھجوت محمدا فاجبت عنہ وعنداللہ فی ذاک الجزاء

اتهجوه ولست له بكفوء فشر كما لخير كما الفداء

ترجمہ: ابوسفیان کو میری بات پہنچادو کہ تو کھوکھلا اور ہوا سے بھرا ہوا ہے۔(۲۱)
تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا۔اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں جزاء ہے۔
کیا تو اس شخص کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو اس کی برابری کا نہیں۔تم دونوں میں سے جو بدترین ہے وہ بہترین پر قربان ہوجائے۔

حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد جب ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو اس دوران جزیرۃ العرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی۔ بہت سے قبائل نے ایک طرف زکوۃ دینے سے انکار کیا۔تو دوسری طرف ابوبکر کی خلافت کو تسلیم کرنے کے بجائے ان سے بغاوت اور ارتداد میں مختلف قبائل کے شعراء نے بھرپور کردار ادا کیا۔زکوۃ کی عدم ادائیگی پر فخر اور ابوبکر صدیق ؓ کی تقرری پر حیرت اور استعجاب کا اظہار کیا۔اور لوگوں کو اسلامی حکومت کے خلاف اکسایا،اور اس کی عدم اطاعت کا مظاہرہ زکوۃ کی عدم ادائیگی کے ذریعہ کیا۔اس سلسلہ میں ھجاء کیلئے مشہور شاعر الحطیئہ (۴۵ھ/۶۶۵م) نے مسلمانوں پر بنو ذبیان کے جملہ پر فخر اور خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار میں ابوبکر کو زکوۃ کی عدم ادائیگی کی وجوہات بیان کیں اور کہا:

فدى لبنى ذبيان امى و خالتى عشية يحدى بالر ماح ابو بكر
فقو موا و لا تعطو االلئام مقادة وقومو اوان كان القيام على الجمر
اطعنا رسول الله اذ كان صادقا فيا عجبا ما بال دين ابى بكر
ايور ثها بكراً اذا مات بعده فتلكت، وبيت الله قاصمة الظهر

ترجمہ: میری ماں اور خالہ بنی ذبیان پر فدا ہوں کہ جس شام ابوبکر کو نیزوں کے زور پر پسپا کیا گیا پس تم اٹھو اور کمینے لوگوں کو قیادت نہ دو۔اٹھو (اس کے خلاف) خواہ دہکتے ہوئے انگاروں پر کیوں نہ ہو۔کیا وہ اپنی موت کے بعد اونٹ کے بچے (بکر) کو اپنا وارث بنائے گا۔بیت اللہ کی قسم یہ تو ہلاکت ہے۔(۲۲)

اس طرح اس نے لوگوں کو بھی اکسایا کہ ابوبکر کو ہر قیمت پر اقتدار سے ہٹایا جائے کیونکہ ان کے نزدیک، وہ خلافت کا اہل نہیں تھا۔ایسے ہی خیالات و جذبات کا اظہار نبوت کے دعویدار طلحہ بن

خالد نے کیا۔ اور بنواسد کو اکسایا کہ قریش کے لوگوں کو یہ اجازت نہ دو کہ وہ تمہاری زکوۃ کی طمع کریں۔ اور انہیں کھلی بغاوت پر اکساتے ہوئے کہا:

اپنی زکوۃ کے جانوروں کی حفاظت اپنے نیزوں اور گھوڑوں سے اور ایسی تلواروں سے کرو جو کاٹ کر رکھ دینے والی ہیں (۲۳)

مسلمانوں کی طرف سے طلحہ بن خالد کو جواب دیتے ہوئے عوف بن عبداللہ الاسدی نے بزاخہ کی لڑائی میں اسے بھاگ جانے اور اس کے پیروکاروں کے شکست کھانے پر ان کی نوجوان خواتین کو پکڑنے، اس کے جھوٹے دعوی نبوت کو موضوع سخن بنایا ہے۔ اور میدان جنگ سے اپنی بیوی کے ہمراہ فرار کی منظر کشی کی ہے ایک گھوڑے پر اپنے پیچھے اپنی بیوی کو بٹھا کر فرار ہوتے ہوئے یوں لگ رہا تھا کہ اس نے پانی کا پرانا مشکیزہ باندھ رکھا ہو۔ وہ کہتا ہے:

سئلوا طليحة يوم ولىٰ هارباً بلوىٰ بزاخة او الدما تتصبب

يوم اجتلبنا بالرماح عذارياً بيض الوجوه كأنهن الربرب

ونجا طليحة مردفاً امرأته وسط العجابة كالسقاء المحقب

ترجمہ: طلیحہ سے اس دن کے بارے میں پوچھو، جس دن وہ بزاخہ کے میدان سے اس وقت بھاگ رہا تھا جب خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔

اس دن ہم نے سفید چہروں والی کنواری عورتیں نیزوں کے زور پر حاصل کیں کہ وہ ہرنیوں کے ریوڑ تھے۔

اور طلیحہ گرد وغبار کے ریوڑوں میں بھاگ گیا، جبکہ اپنی پیٹھ پیچھے اپنی بیوی کو یوں بٹھایا ہوا تھا گویا کہ وہ پانی کا مشکیزہ ہے۔ (۲۴)

قبولیت معذرت اور معافی میں کردار

یہ ادب ہی ہے جس نے دور قدیم سے ملزموں اور مجرموں کو موت کے منہ سے بچایا ہے۔ مشہور شاعر نابغہ ذبیانی کا مشہور واقعہ ہے کہ حیرہ کے بادشاہ نعمان نے کسی بات پر ناراض ہو کر اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ نابغہ نے اپنا مشہور دالیہ قصیدہ لکھ بھیجا جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

يادار مية بالعلياء فالسند اقوت وطال عليها سالف الابد (۲۵)

ترجمہ: اے امیہ کے گھر جو بلندی اور چوٹی پر واقع ہے، وہ خاموش ہے اور اس پر طویل عرصہ گزر چکا ہے

اس قصیدہ میں شاعر نے نعمان کی سخاوت کو جوش مارتے ہوئے دریائے فرات سے تشبیہ دی ہے اور پھر شاعر نے انسانی عنصر اور اس کی کمزوری کو ملاح کی صورت میں پیش کیا ہے جو خوفناک موجوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اس طرح خوبصورت انداز میں بادشاہ کو موجیں مارنے والے دریا اور خود کو ایک کمزور ملاح سے استعارے کو استعمال کرتے ہوئے پیش کیا ہے کہ بادشاہ کے رحم و کرم پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔ وہ کہتا ہے:

فما الفرات اذا جاشت غواربه ترمی او ادیه العبرین بالزبد

یظل من خوفه الملاح معتصماً بالخیزرانة بعد الاین والنجد

یوماً باجود سیب نافلة ولا یحول عطا الیوم دون غد(۲۶)

ترجمہ: اور نہ دریائے فرات (زیادہ سخی ہے) کہ جب اس کی لہریں موجیں مارنے لگیں اور اسکی لہریں ساحل پر جھاگ پھینکنے لگیں،

ان کے خوف کی وجہ سے ملاح خیزرانہ کے ساتھ بڑی مشقت اور پسینے سے شرآبور ہو کر چمٹا رہتا ہے

کیا یہ دریا اس کی عنایات و تحائف سے زیادہ سخاوت والا ہوسکا ہے جو آج کے تحائف کل کیلئے نہیں اٹھائے رکھتا

وہ مخالفین پر چغل خوری کا الزام لگاتا ہے اور خوگ کو بے گناہ ظاہر کرتا ہے، اور موت کی دھمکی پر اپنی بے قراری ظاہر کرتا ہے، اور معذرت پیش کرتا ہے۔ جس کا فطری تقاضا یہی ہوسکتا ہے کہ اسے معاف کیا جائے۔

عہد نبوی میں جب مشہور شاعر کعب بن زہیر نے آپ ؐ کی ہجو کی اور اسی بنا پر آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا تو وہ علاقہ چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن اسے نہ کوئی امان و سکون کی جگہ ملی اور نہ کوئی اطمینان کی زندگی۔ نتیجتاً اسے چھپ کر مدینہ آنا پڑا۔ اور آپؐ کے سامنے اپنا بانت سعاد کے نام سے مشہور قصیدہ پڑھا۔ جس میں اس نے بعینہ وہی انداز اختیار کیا جو نابغہ نے اختیار کیا تھا۔ قصیدہ سن کر نہ صرف حضور نے انہیں معاف کیا بلکہ بطور انعام اپنی چادر عطا فرمائی۔ اس قصیدہ میں بھی کعب نے اپنی معذرت پیش کی اور رسول اللہ ﷺ سے معافی کی درخواست کی ہے۔ اس

پیدا ہونے والی صورتحال کو چغل خوروں کی کارستانی قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کی دھمکی کو جنگل میں دھاڑنے والے شیر سے تشبیہ دی ہے جسے سن کر بڑے جسیم ہاتھیوں کے دل بھی دہل جاتے ہیں اس نے اپنی معذرت کو اس خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے کہ سننے والا معاف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ قصیدہ کو اس شعر سے شروع کرتا ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول متیم اثرھا لم یفد مکبول

ترجمہ: سعاد جدا ہوگئی اور آج میرا دل بیمار ہے۔ اس کے آثار کا ایسا غلام، کہ اسے چھڑایا نہیں جا سکتا اور اسے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

یہاں کعب نے ''سعاد'' کا رمز یہ مام سعادت کی زندگی کیلئے استعمال کیا ہے۔ اور یہ پہلا شعر گویا کہ تمام قصیدہ کا خلاصہ ہے۔ گویا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ اس کی سعادت کی زندگی قتل کی دھمکی ملنے کے بعد اس سے جدا ہوگئی ہے، اور اس کے بعد وہ ایک ایسا قیدی بن گیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو چھڑوا نہیں سکتی۔ اور آگے اپنی یہی حالت یوں بیان کرتا ہے:

وقال کل خلیل کنت آمله لا الفینک انی عنک مشغول

ترجمہ: اور ہر جگری دوست جس سے مجھے امید تھی، اس نے کہا: میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوں۔

اور پھر آخر میں کہتا ہے۔

لذاک اھیب عندی اذا کلمه وقیل انک مسبور مسؤل

من ضیغم من ضراء الاسد مخدره ببطن عثر غیل دونه غیل

منه تظل حمیر الوحش ضامرة ولا تمشی بوادیه الاراحیل

ترجمہ: اس وجہ سے میرے نزدیک زیادہ خوفناک ہے جب میں اس سے بات کرتا ہوں، اور مجھ سے کہا گیا کہ تجھ سے ضرور پوچھا جائے گا اور تجھے جوابدہی کرنی پڑے گی

(زیادہ خوفناک) ایسے شیر کی دھاڑ سے، جس کی کچھار عثر کی وادی میں ہے (دھاڑ کی آواز) لہر در لہر آتی ہے

جس سے وحشی گدھے خاموش ہو جاتے ہیں اور اس کی وادی میں کوئی شکاری شکار کے لئے نہیں جاتا۔

عہد صدیقی میں طلحہ الاسدی جسکا ذکر گزر چکا ہے، اس نے مسلمانوں کے خلاف لڑائیاں لڑیں۔ دو مشہور صحابہ عکاشہ اور معبد کو قتل کیا۔ پھرتے پھراتے عہد صدیقی ہی میں تائب ہوا اور اپنے کئے پر ندامت کا اظہار اپنے ایک مختصر سے قصیدہ میں کیا، اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔

فهل يقبل الصديق انى مراجع ومعط لما احدثت من حدث يدى

وانى من بعد الضلالة شاهد شهادة حق لست فيها بملحد

بان اله الناس ربى واننى ذليل وان الدين دين محمد(۲۸)

ترجمہ: کیا صدیق میری (اسلام کی طرف) مراجعت قبول کرتا ہے اور میرے گزشتہ کرتوتوں سے درگزر کرتا ہے

اور یہ کہ اپنی گمراہی کے بعد میں شہادت دیتا ہوں، ایسی سچی گواہی، کہ اسمیں الحاد نہیں۔

کہ لوگوں کا معبود میرا معبود ہے اور میں مطیع وفرمانبردار ہوں اور دین محمد ہی کا دین ہے۔

ابو بکر صدیقؓ تک یہ اعتذار جب پہنچتا ہے تو وہ اس کے سابقہ جارحانہ اقدامات سے درگزر کرتے ہیں، اس کے ارتداد اور معزز صحابہ کے قتل کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اور یوں وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کر دیتا ہے۔

شعر، تفریح طبع اور جذبات کی تازگی کا ذریعہ :ادب کا مقصد یہ بھی ہے کہ ادبی شہ پارے انسان کی روزمرہ زندگی کی اشغال اور تھکاوٹ کے بعد ان کے مزاج میں تازگی پیدا کرتے ہیں، ان کو نیا جذبہ اور ولولہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تفریح طبع کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی شریدؓ جب کسی موقع پر آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے تو آپؐ نے ان سے **امیہ بن ابی الصلت** کے اشعار سنانے کا مطالبہ کیا اور بار بار مزید کا تقاضا کیا، یہاں تک کہ شریدؓ نے **امیہ بن ابی الصلت** کے ایک سو تک اشعار سنائے (۲۹) غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے صحابہؓ رسول اکرم ﷺ سمیت سخت تھکا دینے والے کام میں مسلسل مصروف تھے۔ اور اگر تفریح طبع کا سامان نہ ہو تو کام سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر حضور ﷺ مختلف قسم کے رجز پڑھتے اور صحابہؓ ساتھ دیا کرتے تھے۔ مشہور رجز یہ تھے:

والله ، لولا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا(۳۰)

ترجمہ: خدا! کی قسم اگر یہ اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ نہ زکوۃ دے سکتے اور نہ نماز پڑھتے۔

شعر کا آخری لفظ تمام صحابہؓ مل کر گاتے۔ اس طرح تفریح طبع کے ساتھ ساتھ یہ طریقہ کار جذبوں کوئی جلا بخشتا اور ساتھ ہی ساتھ صحابہؓ کو تھکاوٹ کا احساس نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس دوران کبھی جذبہ جہاد کو گرم کرنے کیلئے یہ اشعار دہرائے جاتے تھے۔ حضور اقدس یہ شعر پڑھتے:

اللهم لا عيش الا عيش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة

ترجمہ: اے اللہ زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ خدایا! انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اس کے جواب میں مہاجرین عہد جہاد کی تجدید کرتے اور اپنے حوصلوں کو ان اشعار سے جلا بخشتے:

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا (۳۱)

ترجمہ: ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت اس بات پر کی ہے کہ جب تک ہم باقی ہیں جہاد ہی کریں گے۔

ہجرت کے وقت آپ جب قبا پہنچے تو پہلا کام وہاں تعمیر مسجد کا کیا۔ آپؐ دیگر صحابہ کے ہمراہ بھاری پتھر اٹھاتے، اور یہ پر مشقت کام انجام دیتے۔ صحابہ میں مشہور شاعر عبداللہ بن رواحہ بھی بحیثیت مزدور کام کیا کرتے تھے۔'' اور جس طرح مزدور کام کرتے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ یہ اشعار گاتے جاتے تھے:''

افلح من يعالج المساجدا ويقرأ القران قائما وقاعدا ولا يبيت الليل عنه اقدا

ترجمہ: وہ کامیاب ہے جو مسجد تیار کرتا ہے، اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔ (۳۲)

اور یہی وہ راز ہے جسکی وجہ سے اونٹ کے سفر کے دوران حدی خواں حدی گاتا ہے، گانے کی آواز پر اونٹ کا جوش بڑھتا جاتا ہے، اور یوں اپنی رفتار تیز کرتا جاتا ہے۔

تفریح طبع اور اظہار مسرت کے لئے بھی شعری ادب کا کردار اہم رہا ہے۔ انسان اپنے اندر مختلف قسم کے جذبات واحساسات رکھتا ہے۔ خواہ یہ غم کے جذبات ہوں یا خوشی کے۔ بسا اوقات وہ ان جذبات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ ان کے اظہار کے لئے وہ اشعار کا سہارا لیتا ہے۔ کبھی وہ مدح وفکر کا

لہجہ اپناتا ہے تو کبھی رثاء کا۔ اور کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے رجزیہ کلمات کی صورت میں اپنے تأثرات کی ترجمانی کرتا ہے۔ خوشی کے ان جذبات کو ہم ہجرت رسول کے وقت اہل مدینہ کے ہاں پاتے ہیں۔ جب نبیؐ کی قبا آمد کی خبر پہنچی تو اہل مدینہ، مردوزن اور بوڑھے بچے سب خوشی کے اظہار کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئے۔ راستہ میں دورویہ کھڑے ہوکر اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کرنے لگے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع(۳۴)

ترجمہ: ہم پروداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوا ہے۔

ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

اس طرح چھوٹی بچیاں بھی دف بجا بجا کر اپنی خوشی کا اظہار یہ گیت گا کر اس پرمسرت موقع کی رنگینی کو دوبالا کر رہی تھیں، اور کہتی جاتی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

ترجمہ: ،ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں، محمدﷺ کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں

غم کے اظہار کیلئے شاعری

غم کے جذبات کے لئے زخم خوردہ لوگ عام طور سے مرثیہ کی صورت میں ان کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کیلئے اوائل اسلام میں عہد صدیقی میں جب مالک ابن نویرہ کو ارتداد کی وجہ سے قتل کیا گیا تو اس کے غم میں اس کے بھائی متمم نے مشہور مرثیے گائے۔ اور ان میں اپنے بھائی کی جدائی پر غم واندوہ کا اظہار کیا۔ اس کے مرثیے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وکنا کند مانی جذیمة حقبة من الدھر حتیٰ قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت معا

فان تکن الایام فرقن بیننا فقد بان محمودا اخی حین ودعا(۳۵)

ترجمہ: ہم دونوں ایک عرصہ تک جزیمہ کی دوندیموں کی طرح تھے، یہاں تک کہا گیا کہ یہ ہرگز جدانہ ہونگے پھر جب ہم جدا ہوئے تو یوں لگا کہ، باوجود طویل عرصہ ساتھ رہنے کے، ہم گویا ایک رات بھی

اکٹھے نہیں سوئے۔

اگرچہ زمانہ نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی، لیکن میرا بھائی جب رخصت ہوا تو اس حال میں گیا کہ وہ قابل ستائش تھا۔

اس مرثیے میں متمم ابن نویرہ بڑے خوبصورت انداز میں اپنے بھائی مالک کو رورہا ہے اور اس کے ساتھ اپنے تعلق کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور دونوں کے درمیاں آپس کی محبت کو ایک جاہلی دور کے حکمراں، جزیمہ، کے دو ندیموں سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح ان کے بارے میں لوگوں کا تصور تھا کہ یہ کبھی جدا نہ ہونگے، لیکن تقدیر نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی۔ بالکل اسی طرح ہم دونوں بھائیوں کے تعلق کی مثال دی جاتی تھی۔

اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نہ صرف ادب کو جائز سمجھتا ہے بلکہ ادب کو معاشرے میں اس کا جائز مقام عطا کرتا ہے۔ ادب شعر وشاعری کو نہ صرف تفریح طبع کا ذریعہ بناتا ہے بلکہ اسے بڑھ کر اسے جذبوں کو جلا بخشنے، دین اور مسلمانوں کے دفاع کرنے اور دعوت پھیلانے کا موثر ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ادبی صلاحیت رکھنے والا فرد اپنی سحر بیانی کی وجہ سے خطرے میں گھری ہوئی زندگی کو خطرات سے نکال سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ محمد حنیف گنگوہی، تحفۃ الادب (مترجم) ملتان: مکتبہ شراکت عملیہ، ۱۳۸۶ھ، ص/ ۶

۲۔ دکتور حسن شاذلی وغیرہ، الادب ونصوصہ وتاریخہ (الطبعۃ التاسعۃ) وزارۃ المعارف، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۹۹۲ء، ص/ ۲۷۔

۳۔ شوقی ضیف، العصر الجاہلی، قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۶۰، ص/ ۷

۴۔ ایضاً ص/ ۷

۵۔ محمد حنیف گنگوہی، تحفۃ الادب، ص/ ۸

۶۔ایضاً ص/ ۷
۷۔ایضاً ص/ ۸
۸۔عمر رضا کحالہ،الادب العربی فی الجاہلیۃ الاسلام،دمشق،مطبعۃ العونی ۱۹۷۲ء،ص/ ۵
۹۔قرآن ۵۔۱۱۰
۱۰۔سورۃ الاسراء آیت ۸۸ میں اس جیسا قرآن لانے کو کہا گیا۔پھر سورۃ ھود آیت ۱۳ میں دس سورتیں لانے کو کہا گیا۔آخر میں سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۳ اور سورۃ یونس آیت ۳۸ میں ایک سورۃ لانے کا چیلنج دیا۔لیکن جواب دینے میں ناکام رہے۔
۱۱۔النحل:۴۴۔
۱۰۔ولی الدین الخطیب،مشکوۃ المصابیح،باب:البیان والشعر
۱۳۔ایضاً
۱۴۔محمد حنیف (مترجم) تحفۃ الادب ص:۵۔
۱۵۔شبلی نعمانی۔الفاروق،اسلامی اکادمی لاہور،۱۹۷۷ص/ ۳۸۶
۱۶۔مشکوۃ باب البیان والشعر۔
۱۷۔محمد اظہار الحق Poetry of the Riddah Wars;Its literacy Political, and Religious Aspects Manuscript of Ph.D Dissertation submited to Indiana University, Bloomington, Indiana.USA,1998. P/33
۱۸۔ایضاً ص/ ۶۶
۱۹۔مشکوۃ باب البیان والشعر۔
۲۰۔مجلۃ السنۃ،العدد السابع والثلاثون بعد المئۃ۔۱۴۲۵ھ،یولو/ان،اغسطس ۲۰۰۴م،ص/ ۱۰۷، والادب الاسلامی لدکتور مبس توفیق۔
۲۱۔حسان بن ثابت،الدیوان،المکتبۃ العلمیۃ،لاہور،ت۔ن۔۱:۸!
۲۲۔الحطیئۃ،دیوان الحطیئۃ،تحقیق ایلیا حاوی،بیروت،دار الثقافۃ:ت۔ن۔ص/ ۲۷

۲۳۔ایلیا حاوی، فن الھجا وتطورہ عند العرب، بیروت، دارالثقافۃ، ت۔ن۔ص/ ۱۹۔۱۸
۲۴۔واقدی، کتاب الردۃ، (تحقیق الجبوری) بیروت، دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۰۔ص/۹۲۔۹۳
۲۵۔النابغۃ الذبیانی، دیوان، تحقیق شکری فیصل، دارالفکر، ت۔ن۔۲:۲۶
۲۶۔انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مادہ النابغۃ الذبیانی
۲۷۔اس سلسلہ میں تفصیلی بحث میرے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اعتذاز کے باب میں درج ہے۔اس کے علاوہ دیکھیں Suzanne Stetkerych'' کی کتاب
''The Mute Immortals Speak
Ithaca and London; Cornell University Press,1993, P161.180
۲۸،واقدی، کتاب الردۃ،ص/۱۰۱،۱۰۰
۲۹۔صحیح مسلم،۱۵: کتاب البیان والشعر
۳۰۔ایضاً
۳۱۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد: باب التحریض علی الجہاد
۳۲۔شبلی، سیرۃ النبی، ۱:۲۶۷
۳۳۔ایضاً ص/ ۲۶۸۔۲۶۹
۳۴۔ایضاً ص/ ۲۶۹
۳۵۔اس پر تفصیلی بحث میرے پی ایچ ڈی کے مقالے کے 'باب الرثاء' میں موجود ہے۔

کتابیات

ا۔ابن اثیر،النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر۔طبع قاہرہ،۱۳۱۱ھ۔

۲۔ابن ہشام،السیرۃ النبویہ،(۴جلد)،بیروت،دارالتراث العربی،ت۔ن

۳۔اظہارالحق محمد Poetry of the Riddah Wars
Manuscript, ph.D Dissertation Indian University
Bloomington. In, USA

۵۔انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،لیڈن:ای۔جے۔بریل۔۱۹۷۹

۶۔حاوی ایلیا سلیم،فن الھجاء وتطور عند العرب،بیروت:دارالثقافۃ۔ت۔ن

۷۔حسان بن ثابت،الدیوان،لاہور:المکتبۃ العلمیۃ۔ت۔ن

۸۔حسین الحاج حسن،ادب العربی فی عصر الجاہلیۃ،بیروت:المؤسسۃ الجامعیۃ للدراسات والنشر والتوزیع،۱۹۸۴

۹۔الخطیب تبریزی ولی الدین،المشکوۃ المصابیح۔دہلی:نور محمد کارخانہ تجارت۔ت۔ن

۱۰۔ذبیانی النابغہ،دیوان،شرح ابن السکیت،تحقیق شکری فیصل،دارالفکر۔ت۔ن

۱۱۔سوزان سٹکیوچ، دی میوٹ امورٹل سپیکس،انڈیانہ یورنیورسٹی پریس،۱۹۹۴

۱۲۔شاذلی حسن وغیرہ،الادب،نصوصہ وتاریخہ(الطبعۃ التاسعۃ)سعودیہ:وزارۃ المعارف،۱۹۹۲

۱۳۔ضیف شوقی،العصر الجاہلی،قاہرہ:دارالمعارف،۱۹۶۰

۱۴۔کحالہ عمر رضا،الادب العربی فی الجاہلیۃ والاسلام،دمشق:مطبعۃ التعاونیۃ،۱۹۷۲

۱۵۔گنگوہی محمد حنیف(مترجم)تحفۃ الادب،ملتان،مکتبہ شرکت علمیہ،۱۳۸۲ھ

۱۶۔مسلم بن الحجاج،الجامع الصحیح،لاہور:شیخ محمد اشرف۔ت۔ن

۱۷۔نعمانی شبلی،الفاروق لاہور:اسلامی اکادمی،۱۹۹۷

۱۸۔واقدی محمد بن عمر،کتاب الردۃ،تحقیق یحییٰ الجبوری،بیروت: دارالغرب الاسلامی،۱۹۹۰

یوسف العظم،الشعر والشعراء فی کتاب والسنۃ۔عمان:دارالفرقان،۱۹۸۳ھ